اگر روزہ میں نمازیں سنور جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نمازیں روزہ کا معراج بن جاتی ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 جنوری 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ
فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرۃ:187)

پھر فرمایا:

اس آیت کریمہ سے متعلق خطبات کا سلسلہ جاری ہے اور ترجمہ اس کا پھر میں دہراتا ہوں کہ جب تجھ سے (یعنی اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) میرے بندے سوال کریں میرے بارے میں۔ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں قریب ہوں۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے بلائے۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ پس چاہئے کہ وہ میری باتوں کی استجابت میں جلدی کریں کیونکہ میں قریب ہوں اس لئے، یہ معنی اس میں شامل ہیں کہ وہ بھی میری استجابت میں یعنی میری باتوں کا ہاں میں جواب دینے میں اور ان پر عملدرآمد میں جلدی کریں۔ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔ یہ جو دن ہیں رمضان کے، آج کل کے دن یہ اب تیزی سے گزر رہے ہیں اور رمضان اپنے اواخر کی طرف الٹ پڑا ہے۔ اس پہلو سے اس جلدی کا مضمون اور بھی زیادہ واضح ہو جانا چاہئے کہ یہ دن اب تھوڑے ہیں

جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ اگر تم جلدی میری باتوں کو قبول کرو گے تو میں قریب کھڑا ہوں تمہیں فوری جواب ملے گا۔ تو اس فوری جواب کا وقت جیسا کہ رمضان گزرنے کا تعلق ہے کم ہوتا جارہا ہے لیکن ویسے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ آیت ہمیشگی کا مضمون رکھتی ہے۔ رمضان کے لئے ایسی خاص نہیں کہ اس کے بعد اس میں اس کا مضمون اطلاق نہ پائے لیکن جو رمضان میں قرب کا مضمون ملتا ہے ویسا اور کسی مہینہ میں دکھائی نہیں دیتا۔ اسی لئے حضرت محمد مصطفی ﷺ نے رمضان میں بہت زور دیا ہے کہ رمضان کا حق ادا کرو کیونکہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسا مہینہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ جو بھی اس مہینہ میں کر گزرنا ہے نیکیوں کے لحاظ سے وہ کر گزرو۔ جو کچھ تمہارے لئے ممکن ہے اختیار کرو۔ یہ تھوڑے سے تو دن ہیں۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (البقرۃ:185) رمضان بھی اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ہی ہیں، چند دن کی بات ہے، ان دنوں میں جو کچھ محنت ممکن ہے وہ کرلو لیکن اس محنت کا تعلق دل کے خلوص سے ہے۔ اگر خلوص دل نہ ہو تو پھر یہ محنت بے کار ہے۔ یہ مضمون ہے جس کو میں احادیث نبوی ﷺ کے حوالہ سے آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ ایک حدیث یا غالباً بہت سی ایسی احادیث ہوں گی جن کو دہرایا جائے گا لیکن کوشش کر کے ایسی حدیثیں بھی ہم تلاش کر رہے ہیں جو پہلے دہرائی نہ گئی ہوں لیکن جو دہرائی جاتی ہیں جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا بار بار کی نصیحت کا تقاضا ہے کہ وہ دہرائی جائیں اور ہر رمضان میں ایک نسل گزر جاتی ہے، ایک نئی نسل آجاتی ہے اس لئے ان کا بھی حق ہے کہ ان کے سامنے بھی وہ باتیں بار بار پیش کی جائیں۔ ’’روزہ آگ دور کرتا ہے۔‘‘ ایک یہ حدیث ہے جو سنن الدارمی کتاب الجہاد سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

’’جو بندہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اس کا فضل چاہتے ہوئے روزے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ اور آگ کے مابین ستر خریف کا فاصلہ کر دیتا ہے۔‘‘

(سنن الدارمی، کتاب الجہاد، باب من صام یوما فی سبیل اللہ عزّوجل، حدیث نمبر:2399)

فضل چاہتے ہوئے روزے رکھتا ہے۔ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰه کا یہ ترجمہ ہے۔ فضل چاہتے ہوئے۔ وَجْهِ اللّٰه کا اصل معنی تو ہے خدا کا چہرہ، خدا کی توجہ، جو اپنی طرف خدا کی توجہ کرنے کی خاطر کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف پھر جائے، تمام تر توجہ اس کی طرف مبذول ہو جائے جو اس نیت کے ساتھ روزے رکھتا ہے تو

اللہ تعالیٰ ، بَاعَدَ اللّٰہُ بَیۡنَ وَجۡھِہٖ وَ بَیۡنَ النَّارِ سَبۡعِیۡنَ خَرِیۡفًا: اس کے اور آگ کے درمیان ستّر خریف کا فاصلہ کر دیتا ہے۔ اب اللہ کا چہرہ ایک ایسی چیز ہے جسے یاد رکھنا چاہئے تھا۔ ترجمہ میں فضل ترجمہ ہوا ہے حالانکہ چہرہ کے مقابل پر چہرہ رکھا گیا ہے۔ فرمایا تم اللہ کا چہرہ چاہو گے تو اللہ کے چہرہ والے کو پھر آگ چھو نہیں سکتی، اس کے چہرہ کو آگ چھو نہیں سکتی۔ یہ ناممکن ہے۔ جسے اللہ کا چہرہ نصیب ہو جائے اس کے چہرہ کو آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ یہ مضمون تھا جس کو ترجمہ میں ذرا دھیما کر دیا گیا۔ فضل اس کا ترجمہ جائز ہے مگر یہاں جس خوبصورتی کے ساتھ حدیث نے ایک وَجۡھِہٖ کو دوسرے وَجۡھِہٖ کے ساتھ ملایا ہے اسے اسی طرح رہنے دینا چاہئے تھا۔ وَجۡھِہٖ کو وَجۡھِہٖ ہی رہنے دینا چاہئے تھا۔

اب ستّر خریف کا فاصلہ یہ کیا چیز ہے؟ خریف سرما اور گرما کے درمیان کے زمانہ کو کہتے ہیں یعنی سردیوں اور گرمیوں کے درمیان ایک زمانہ آتا ہے جو ان دونوں کو ملنے سے روکتا ہے، بیچ میں حائل ہو تو سردیاں گرمیوں سے نہیں مل سکتیں۔ تو ناممکن ہے کہ دونوں ایک ہی جیسے موسم گزر جائیں یعنی سردیاں بھی اور گرمیاں بھی۔ بیچ میں ایک موسم حائل ہو جاتا ہے لیکن لفظ ستّر کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ فرمایا ستّر خریفوں کا فاصلہ، اب ستّر خریفوں کا فاصلہ ویسے تو تصور میں نہیں آ سکتا کہ ایک خریف نہیں، دو نہیں، تین نہیں، ستّر خریف ہیں لیکن معاملہ اس سے زیادہ آگے ہے کیونکہ ستّر کا لفظ عربی میں زمانہ کے بے شمار ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ستّر کا لفظ قرآن کریم سے اور احادیث سے ثابت ہے یہ محض عدد ستّر پر اطلاق نہیں پاتا بلکہ ایک لامتناہی زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پس لفظ ستّر کو خصوصیت کے ساتھ ان معنوں میں آپ پیش نظر رکھیں کہ مراد یہ ہے کہ ناممکن ہے۔ کوئی صورت ایسی نہیں کہ یہ چہرہ آگ دیکھ سکے۔ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہم سب کو اللہ کا یہ چہرہ دکھا دے۔ جس چہرہ کو خدا اپنا وہ چہرہ دکھا دے جو اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دکھایا تھا اس چہرہ پر آگ حرام ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے کہ اسے آگ چھوئے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

''روزہ گناہوں کو یکسر مٹا دیتا ہے۔''

''نضر بن شیبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہؓ بن عبدالرحمٰن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے براہ راست سنی ہو۔ نذر بن شیبانؓ کہتے ہیں میں نے ابوسلمہؓ بن

عبدالرحمٰن سے کہا تھا۔(یہ کیا خیال آیا ان کو، معلوم ہوتا ہے کوئی یہ روایت عام ہوئی ہوگی اور اس کا چرچا انہوں نے سنا ہوگا اور وہ چاہتے ہوں گے کہ میں ان کی زبان سے خود سن لوں) ابوسلمہؓ بن عبدالرحمٰن نے کہا ہاں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزہ رکھنے تم پر فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل آتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔''

(سنن النسائی، کتاب الصیام، ذکر اختلاف یحی بن أبی کثیر والنضر بن شیبان فیه، حدیث نمبر:2212)

یہ وہی حدیث ہے جو گزشتہ سال بھی میں نے بیان کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ ثواب کی نیت سے روزے رکھے کا ترجمہ درست نہیں ہے۔ یہ رواجی ترجمہ ہے اور ثواب کی نیت سے ہی روزے رکھے جاتے ہیں۔ کبھی میں نے کسی کو گناہ کی نیت سے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس ثواب کی نیت سے روزہ رکھنا اِحْتِسَابٌ کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔ جو روزہ اس لئے رکھے کہ اپنے نفس کا احتساب کرے اور باریک نظر سے اپنے اعمال کا جائزہ لے کہ ان میں کہیں کسی قسم کی غیر اللہ کی ملونی تو داخل نہیں ہو رہی۔ یہ ترجمہ اگر کیا جائے تو پھر باقی مضمون بالکل ٹھیک بنتا ہے۔ ایسا شخص جب رمضان سے گزرے گا تو گویا اسے نئی زندگی ملی ہے۔ جیسے ماں نے اسے جنم دیا ہے۔ پس اس پہلو سے یاد رکھیں جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں: ''مَن صَامَهُ وَقَامَهُ اِيمَاناً وَّاِحتِسَاباً'' یہ لفظ اِحْتِسَابٌ ہے جس کا ترجمہ ہمارے تراجم میں غلط رنگ میں راہ پا گیا ہے اور اس کو احتساب سمجھنا ضروری ہے ورنہ اس کے بعد کَيَومٍ وَلَدَتهُ أُمُّهُ کے الفاظ نہیں آسکتے۔ احتساب ہی ہے جو انسان کو ایسا پاک صاف کرسکتا ہے کہ گویا اس کی ماں نے اسے نیا جنم دیا ہے۔

اب یہ جو خیال تھا کہ رمضان میں ہر ایک کے اوپر زنجیریں کس دی جاتی ہیں اور شیطان کو راہ نہیں ملتی کہ مومنوں میں دخل اندازی کر سکے میں نے بتایا تھا کہ یہ مضمون ہرگز نہیں ہے۔ اللہ کے بندے زنجیروں میں کسے جاتے ہیں یعنی وساوس کے معاملہ میں، شیطانی خیالات کے معاملہ میں وہ خدا کے قیدی ہو جاتے ہیں اور وساوس ان کو چھو نہیں سکتے۔ یہی مضمون اس حدیث سے ثابت ہے کہ منافقین

کا رمضان وہ زنجیریں لے کر نہیں آتا، منافقین اسی طرح کھلے ہوتے ہیں اور جو چاہیں شرارتیں کرتے پھریں بلکہ رمضان میں ان کی شرارتیں پہلے سے بڑھ جایا کرتی ہیں۔ یہ مضمون ہے جو اس حدیث میں یوں بیان ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا یہ مہینہ تمہارے لئے سایہ فگن ہو۔''

یعنی تمہارا یہ مہینہ تم پر سایہ ڈال دے۔ یہ سایہ فگن ہونے کے بعد ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا حلفی ارشاد ہے کہ مومنوں کے لئے اس سے بہتر مہینہ کوئی نہیں گزرا۔ (اس لئے میں نے شروع میں تمہید میں کہا تھا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ) اس سے بہتر مہینہ مومن کے لئے متصور ہو ہی نہیں سکتا اور منافق کے لئے اس سے برا مہینہ اور کوئی نہیں گزرا۔''

پس اگر شیطان سب کے لئے قید ہو تو منافق کے لئے بھی قید ہونا چاہئے۔ صاف ظاہر ہے کہ رمضان میں اس کا شیطان اور بھی پر پُرزے نکالتا ہے اور پہلے سے زیادہ بڑھ کر شرارتیں کرتا ہے۔

''اس مہینہ میں داخل کرنے سے قبل ہی اللہ عزّ وجلّ مومن کے اجر اور نوافل لکھ دیتا ہے۔''

''داخل ہونے سے قبل ہی لکھ دیتا ہے'' مراد یہ ہے کہ اس کا مقدر ہی نیکی ہے اس کے سوا کچھ ہو نہیں سکتا۔ جو سچے دل سے ایمان لاتے ہوئے اس مہینہ میں داخل ہو گا گویا اس کا اجر پہلے سے لکھا گیا ہے اس کو اپنے اجر کے بارے میں شک کی ضرورت نہیں جبکہ منافق کے گناہوں کا بوجھ اور بدبختی لکھ دیتا ہے یعنی منافق پر بھی یہ بات لکھی جاتی ہے کہ اس مہینہ سے گزر کے تم پہلے سے زیادہ بدبخت ہو جاؤ گے کیونکہ نیکی کا موقع پاؤ گے اور ہاتھ سے کھو دو گے۔ پس تمہاری بدبختی پہلے سے زیادہ بڑھ جائے گی۔ فرمایا:

''اس طرح کہ مومن مالی قربانیوں کے لئے اپنی طاقت تیار کرتا ہے اور منافق غافل لوگوں کے اتباع اور ان کے عیوب کی پیروی میں قوت بڑھاتا ہے۔''

(شعب الأیمان، باب فی الصیام / فضائل شہر رمضان، حدیث نمبر: 3607)

اب یہ بات بہت دلچسپ ہے کہ، غافل لوگوں کے اتباع اوران کے عیوب کی پیروی میں قوت بڑھاتا ہے۔ رمضان کے مہینہ میں واقعۃً بعض منافقین اس کھوج میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی شخص روزہ تو رکھتا ہے مگر فلاں عیب رکھتا ہے کوئی شخص بظاہر عبادت کر رہا ہے مگر فلاں عیب بھی رکھتا ہے اور عجیب بات ہے کہ اس مہینہ میں اس مضمون کے خطوط بھی مجھے ملتے ہیں۔ بلا استثناء ہمیشہ اس مہینہ میں ضرور ایسے خطوط ملتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر گواہ ہو جاتے ہیں۔ بالکل سچ فرمایا۔ ایسے بدنصیب لوگ ہیں کہ اپنے حال کی فکر نہیں مگر مومنوں کی نیکیوں پر حسد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان میں عیوب ڈھونڈیں، ان میں ناسور ڈالنے کی کوشش کریں اور رمضان کے مہینہ میں اس میں تیزی آجاتی ہے۔ اب مالی قربانیوں کے متعلق جہاں تک جماعت کو علم ہے خصوصیت کے ساتھ رمضان میں مالی قربانی کا حکم ہے اور مومنین ضرور کرتے ہیں اور انہی مالی قربانیوں کے متعلق کیڑے ڈالنے کے خطوط ملتے ہیں۔ دیکھ لیا جی ہم نے فلاں شخص کو، بڑا مالی قربانی کرتا پھرتا ہے لیکن یہ کمزوری پائی جاتی ہے، وہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ پس فرمایا یہ حالت مومنوں کے لئے غنیمت ہے اور فاجر کے لئے اس کا فجور بڑھانے میں مددگار رہے۔ پس اتنا ہی کہنا کافی ہے مزید تفصیلات میں مَیں نہیں جانا چاہتا۔ استغفار سے کام لیں اور اس مہینہ میں لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی کوشش بالکل بند کر دیں۔ اگر کوئی عیب تلاش کرتا ہے اور اس کا تذکرہ کرتا ہے اس کو کہہ دینا چاہئے کہ تم شیطان کے غلبہ کے نیچے ہو، تم عباد اللہ میں لکھے جانے کے لائق نہیں اس لئے مجھے الگ چھوڑ دو۔ اس مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں سے پرہیز کریں۔

اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تحریرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

”رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔“

یہ آپؑ کی تحریر ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان یعنی دو گرمیاں۔ رمضان، رمض یعنی گرمی کو کہتے ہیں یہ نام اسی لئے رکھا گیا کہ رمضان گرمی کے مہینہ میں شروع ہوا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ غلط بات ہے۔ دو گرمیاں ایک اور مضمون اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا گرمی کے مہینہ میں شروع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر جب میں

نے تحقیق کی کہ رمضان کب شروع ہوا تھا تو سردیاں بنتی تھیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کا مجھے یقین تھا کہ اسی طرح ثابت ہوگی۔ رمضان کا آغاز سردیوں میں ہوا ہے گرمیوں میں ہوا ہی نہیں۔ پس آپؑ فرماتے ہیں:

''(اس لئے) روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔''

یعنی جسمانی طور پر انسان بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتا ہے اور جدوجہد بہت کرتا ہے رمضان میں یہ اس کے لئے ایک حرارت ہے اور روحانی طور پر اس کی روح میں غیر معمولی طور پر گرمی پائی جاتی ہے اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف لپکتی ہے پس یہ دو گرمیاں ہیں جو مل کر رمضان ہوا۔

''اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 27 صفحہ:2 مؤرخہ 24 جولائی 1901ء)

اب ''اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں''، اس کا مطلب یہ ہے کہ سخت دلوں کو پگھلانے کے لئے رمضان کو ایک خاص مزاج عطا ہوا ہے اور امر واقعہ یہی ہے کہ بہت سے سخت دل جو عام دنوں میں نرم نہیں ہوتے اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو پگھلتا ہوا محسوس نہیں کرتے رمضان میں بعض ایسی راتیں آتی ہیں کہ بے اختیار ان کے دل خدا کے حضور سجدوں میں پگھل کر بہنے لگتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ: ''رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔'' یہ بے تعلق نہیں بلکہ حقیقتاً ہم نے اس کو ایسا ہی دیکھا ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسبتاً لمبے اقتباسات میں سے میں کچھ پڑھ کے سناتا ہوں۔

''تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔''

فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ (البقرة:186) یہ مضمون وہی ہے۔ رمضان کو جو دیکھے وہ اس میں روزہ رکھے۔ شَهِدَ کا مطلب ہے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تشریح فرمائی ہے جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ پس تم میں سے وہی ہے جو رمضان کو دیکھتا ہے، جو رمضان کو دیکھتا ان معنوں میں ہے کہ اس میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے گواہی دے سکے، اپنے دل سے گواہی دے سکے یہ تو میرا ایسا ملک ہے جس میں مَیں جا چکا ہوں اور اس کے حالات کو جانتا ہوں۔

''روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔''

پس رمضان کے مہینہ میں کھانے میں زیادتی رمضان کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ رفتہ رفتہ کھانے میں کمی رمضان کا حق ادا کرتی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ شروع میں تو بھوک نہیں لگتی، اس وقت میں اس لئے نسبتاً کم کھاتے ہیں اور جوں جوں رمضان آگے بڑھتا جاتا ہے وہ زیادہ کھانے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخری دنوں میں تو رمضان ان کو پتلا کرنے کی بجائے موٹا کر جاتا ہے۔ یہ جسم کی فربہی دراصل نفس کی فربہی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے عام طور پر بھولے پن میں، لاعلمی میں لوگ ایسا کرتے ہیں مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تزکیہ نفس ہوتا ہے جو کم کھانے سے زیادہ ہوتا ہے، پس جتنا آپ کم کھانے کی طرف متوجہ ہوں گے اتنا ہی رمضان آپ کے لئے فائدہ بخش ہوگا اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں یعنی خدا تعالیٰ کو انسان مختلف صورتوں اور صفات میں دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہ کشفی قوتوں کا لفظ بہت بامعنی تو ہے ہی مگر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بعض لوگوں کو ویسے ہی دماغ کی خرابی سے یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ کشف دیکھ رہے ہیں یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے ان کو کچھ سمجھ نہیں آتی اور اپنے خیالات کو ہی کشف بنا لیتے ہیں۔ رمضان میں کشوف کا جو کم کھانے سے تعلق ہے یہ بالکل اور چیز ہے۔ اس کا نفسانی خواہشات اور اپنے دل کے خیالات سے کوئی بھی تعلق نہیں اور مضمون بتاتا ہے کہ وہ کشف حقیقی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا یا دل کا وہم تھا۔ دل کے توہمات میں ربط کوئی نہیں ہوتا، دل کے توہمات میں ایسی سچائی اور پاکیزگی نہیں ہوتی جو انسان کو

گناہوں سے دور پھینک دے۔ پس کشف کا احساس کافی نہیں، کشف کا مضمون ضروری ہے کہ کشف میں وہ مضمون ہو جو تقویٰ کا مضمون ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہے تو انسان کو یہ کہنے کی ضرورت بھی نہیں کہ میں نے کشف دیکھا ہے۔ اگر تقویٰ کا مضمون ہوگا تو کشف دیکھنے والا اپنے کشف کو چھپالے گا اور اس کے تذکرے نہیں کرے گا۔ پس رمضان میں یہ ساری شرطیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الفاظ کو غلط معنی پہنا کر آپ میں سے کئی گمراہ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال کر کے کہ ہم بڑے صاحب کشف بن گئے رمضان میں، لوگوں سے تذکرے شروع کر دیں کہ یوں مجھے ہلکا سا جھونکا آیا میں نے کشف میں یہ دیکھ لیا یہ ساری باتیں بتانے کا جتنا شوق ہوگا اتنا ہی آپ کا کشف جھوٹا ہوگا لیکن سچے کشوف میں بعض دفعہ دوستوں اور عزیزوں کے متعلق خبر دی جاتی ہے اور وہ خبریں ایسی ہوتی ہیں جو سچی نکلتی ہیں۔ پس ان خبروں کا تذکرہ کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں اور ان کشوف کو جھوٹا قرار نہیں دیتا۔

”(پس) خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا اُنہیں مل جاوے۔“

(الحکم جلد 11 نمبر 2 صفحہ: 9 مؤرخہ 17 جنوری 1907ء)

پھر روزہ اور نماز کی عبادتوں میں ایک فرق بیان فرمایا ہے۔

”روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتی ہے اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔“

یہ وہی بات ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کشوف تو ہوتے ہیں مگر کشوف میں ایک نفس کا دھوکا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جوگی بھی جو ریاضتیں کرتے ہیں وہ کشوف دیکھتے ہیں لیکن ان کشوف کا بنی نوع انسان کی بھلائی اور نیکی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ عجیب و غریب کشوف ہیں جن کے تفصیلی تذکرے کی یہاں ضرورت نہیں مگر جوگیوں نے کبھی دُنیا میں پاکیزگی نہیں پھیلائی۔ کبھی دُنیا میں کسی مذہب کے جوگیوں نے بنی نوع انسان کی روحانی حالت تبدیل نہیں کی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام متوجہ فرمارہے ہیں کہ روزے کے کشوف میں بعض دفعہ جوگیوں والی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

''لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔''

(البدر جلد 1 نمبر 10 صفحہ:2 مؤرخہ 8 جون 1905ء)

اب یہ دیکھیں کہ نماز کو روزہ سے افضل قرار دیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روزہ سب سے افضل ہے۔ روزہ کی جزا اللہ ہے۔ اس میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ روزہ بمقابل نماز نہیں ہے بلکہ روزہ کا مقصد نماز ہے اور نمازوں کی حالت کو درست کرنا ہے۔ پس اگر روزہ میں نمازیں نہ سنوریں تو روزہ بے کار ہے۔ اگر روزہ میں نمازیں سنور جائیں تو روزہ نماز کا معراج اور نمازیں روزے کا معراج بن جاتی ہیں۔ پس اس میں تفریق نہ کریں ورنہ مضمون بالکل بگڑ جائے گا۔ حقیقت میں روزہ کے دوران جتنی نمازیں سنوریں گی اتنا ہی روزہ کا آپ پھل پائیں گے اور اس حد تک سنور جانی چاہئیں کہ گویا آپ کو خدا نظر آ گیا اور گویا اللہ آپ کو دیکھنے لگا۔ یہ صورتیں ہیں جو درحقیقت روزہ کی افضلیت میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقات، حج، اسلامی دشمن کا ذب اور دفع خواہ سیفی ہو خواہ قلمی۔''

یہ پانچ مجاہدات ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔ پہلی نماز، پھر زکوٰۃ صدقات اس کے ذیل میں آتے ہیں چوتھا حج اور پانچواں جہاد خواہ وہ سیفی ہو خواہ وہ قلمی ہو۔ فرمایا:

''یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں۔ بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہاں دائمی

روزے رکھنا منع ہیں یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزے کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے۔‘‘

(بدر جلد 6 نمبر 43 صفحہ:3 مؤرخہ 24 اکتوبر 1907ء)

اب رمضان کے آنے پر کتنے دل خوش ہوتے ہیں اور کتنے دل غمگین ہوتے ہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہر انسان جو اپنا جائزہ لے گا اس کو محسوس ہوگا کہ رمضان کے آنے پر ویسی خوشی نہیں ہوتی شروع میں جیسی کہ رمضان کے آنے کا حق ہے بلکہ لوگ گھبراتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پس اس عبارت کو سننے کے بعد یہ خیال نہ کریں کہ وہ منافقین ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بوجھ اٹھانے سے پہلے دل میں خوف ضرور پیدا ہوتا ہے اور انسان رمضان میں داخل ہونے سے پہلے ڈرتا ہے کہ میں اس کے تقاضے پورے کرسکوں گا یا نہیں کرسکوں گا پھر اللہ تعالیٰ اس کے تقاضے آسان فرما دیتا ہے۔ اس لئے جب میں یہ عبارت پڑھوں گا تو بعض لوگ ڈر کے یہ نہ سمجھیں کہ ان کی حالت منافقانہ ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِكَ کیونکہ عام دستور ہے کہ ہمیشہ رمضان کی ذمہ داریوں کا خوف، رمضان کی آمد کے وقت شروع ہوجاتا ہے اور انسان شروع میں کچھ گھبراتا ہے کہ دیکھوں مجھ پر کیا گزرے گی لیکن اللہ تعالیٰ سچے بندوں کے لئے رمضان کو آسان فرما دیتا ہے اور پھر بشاشت کے ساتھ انسان رمضان میں سے گزر جاتا ہے۔ اس تمہید کے بعد میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اقتباس پڑھتا ہوں۔

’’وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر میں تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔‘‘

جو شخص اس بات پر خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا اگر بیماری اس کے راستہ میں حائل ہوجائے وہ روزہ نہ رکھ سکے تو آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے لیکن:

’’اس دُنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جیسے اہلِ دُنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔‘‘

اب جو حقیقی بہانہ جُو ہیں جن کا دل سچ مچ رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتا ان میں اور سچے مومنوں میں جو دل سے رمضان کو برا نہیں جانتے اس کے فیوض سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں یہ نمایاں فرق ہے کہ سچے لوگ جب رمضان میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ جس طرح بھی بَن پڑے وہ روزہ رکھیں اور بیماریوں کے بہانے ان کی راہ میں حائل نہ ہوں اور جو بہانہ جُو لوگ ہیں جو رمضان کی آمد سے خوش نہیں ہوتے ان کے نفس کے بہانے تیزی دکھانے لگتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے جب میں روزہ رکھوں تو چھینکیں شروع ہو جاتی ہیں۔ کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے پیٹ میں خرابی ہو جاتی ہے، کسی کو سردرد ہو جاتی ہے، کسی کو اور بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں غرض یہ کہ وہ روزمرّہ کی بیماریاں جو اس کو لاحق ہوتی ہی رہتی ہیں وہ رمضان کے سر جڑ تا ہے اور کہتا ہے کہ اب تو میں خدا کا حکم مانوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو روزہ نہیں رکھ سکتا بیماریوں کی وجہ سے وہ نہ رکھے تو کون ہے مجھے حکم دینے والا میں تو خدا کا حکم مانوں گا لیکن جب ان کا باقی سال آپ دیکھیں گے تو اس میں بھی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ زندگی بھر محروم رہتے ہیں ورنہ کم سے کم باقی وقت تو رکھیں۔ جو واقعةً سچے عذر کی وجہ سے رکتے ہیں، اللہ کی خاطر رکتے ہیں وہ باقی سال میں ضرور رکھتے ہیں اور یہ لوگ اپنی عمر گنوا دیتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تحریرات کو غور سے پڑھیں تو ہمارے لئے بہت سے باریک مسائل کو آپؑ کھولتے چلے جاتے ہیں۔

> ”(لیکن) جو صدق اور اخلاص سے رکھتا ہے۔ (اس کا کیا حال ہے؟) خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اُسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے۔“

پس روزہ سے محرومی کے نتیجہ میں اگر درد دل ہو تو ایک بہت ہی اعلیٰ نشان ہے اس بات کا کہ واقعةً تمہاری روزوں سے محرومی تمہیں ثواب سے محروم نہیں رکھے گی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے درد دل والے کو عام روزہ رکھنے والے کے ثواب سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اب ایسے بہت سے وجود ہمارے علم میں ہیں یعنی اپنے گردوپیش پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ روزہ نہ رکھنے کی بے قراری ان کو بے چین کرتی ہے اور وہ دعائیں کرتے ہیں، دعائیں کرواتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی ایسے احباب و خواتین ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ روزہ نہ رکھنے کے نتیجہ میں کس قدر ان کے دل میں کرب پایا جاتا ہے۔

''(جبکہ) حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔(اب اپنا حال بیان فرماتے ہیں) جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاءؑ کا مجھے ملا (کشف میں) اورانہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔اس سے باہر نکل۔''

اب اللہ نے نظر فرمائی اور ایک طائفہ انبیاءؑ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملتا ہے اور لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (الشعراء:4) کا مضمون بیان فرما رہا ہے۔ یہ مضمون ہے جو عین قرآن کے مطابق ہے کہ تو نے اپنے نفس کو کیوں اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔

''اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔''

پس یہی نہیں کہ آپ اپنے نفس پر رحم کریں جو لوگ آپ اپنے نفس پر رحم نہیں کرتے ان پر اللہ رحم کرتا ہے اور لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کی تکرار ہر جگہ انہیں معنوں میں پائی جاتی ہے۔ پس اپنی حالت پر خود رحم نہ کریں یہ بڑی بے رحمی ہوگی۔ اگر آپ اپنی حالت پر رحم کریں گے تو اس سے بڑی بے رحمی آپ اپنے آپ سے نہیں کر سکتے۔ کوشش کریں کہ جس حد تک ہو آسانی اور سہولت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں مگر اپنے پر رحم کھانے کی وجہ سے نیکیوں سے محروم نہ ہوں۔ ایسی صورت میں اللہ آپ پر رحم فرمائے گا اور بہت بڑا اَجر عطا کرے گا۔ اب یہ دیکھیں اس کا دُنیاوی طور پر نقصان اور کیا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ لوگ ہیں کہ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں اس لئے خدا اُن کو دوسری مشقتوں میں ڈالتا ہے۔''

اور یہ بھی بہت ہی دائمی حقیقت ہے۔ ایسے لوگ جو مومنوں میں سے کہلاتے ہوں اور ایمان کے لحاظ سے مومن ہی کہلائیں گے مگر بے وقوفی میں ان کو یہ علم نہیں کہ کون سا سچا سودا ہے کون سا جھوٹا سودا ہے۔ وہ اپنے نفس پر رحم کر کے مشقتوں سے بچتے ہیں لیکن دوسری مشقتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے کم سے کم اتنی خوشخبری ضرور ہے کہ وہ مشقتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن اگر اللہ چاہے تو۔ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کا کوئی کفارہ نہ ہو صرف ایک سزا ہو

تم میری مشقت سے بھاگتے تھے اب اپنا حال دیکھو کہ کیسی کیسی مشقتوں میں ڈالے جارہے ہو۔ یہ دستور اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ سے ہمیشہ سے واضح ہے اور ہمیشہ سے صاف دکھائی دیتا ہے اور بہت سے لوگ ان مشقتوں کو دیکھنے کے بعد پھر گھبرا کر واپس لوٹتے ہیں۔ پس مشقتوں میں ڈالنا بے سبب بھی نہیں، محض سزا نہیں بلکہ توبہ کے لئے توجہ کو مبذول کرانے والی بات ہے۔ بکثرت میں ایسے دوستوں کو جانتا ہوں جنہوں نے چندوں میں سہولت حاصل کرنے کے لئے نفس کے بہانے بنائے، قربانیوں میں سہولت حاصل کرنے کے لئے نفس کے بہانے بنائے اور بہت سے امور میں نفس کے بہانے بنائے یہاں تک کہ ان کی زندگیاں مشقتوں سے لد گئیں۔ اتنی مشقتیں آپڑیں کہ انہوں نے گھیراؤ کرلیا اور ان کی کمریں دوہری ہوگئیں پھر ایک دن ان کی آنکھ کھلی اور یہی مشقتیں ان کے لئے رحمت کا موجب بن گئیں۔ انہوں نے اچانک سوچا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ یہ زندگی تو بالکل بے کار ہوتی چلی جارہی ہے۔ مصیبتوں سے ہم بچ نہیں رہے بلکہ مصیبتیں سہیڑ رہے ہیں اور جب انہوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ سے ہم اپنے نفس کے لئے کوئی بہانہ نہیں بنائیں گے ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی اور کثرت سے ایسے ہیں جنہوں نے پھر مجھے لکھا کہ ان حالات میں ہم نے مشقت ٹالنے کی کوشش کی تھی لیکن مشقت کو ٹال نہیں سکے۔ اب جب خدا کی خاطر مشقت قبول کرنے کے لئے آگے بڑھے ہیں تو مشقت آگے آگے بھاگ رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ہم مشقت سمجھتے تھے وہ مشقت تھی ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان راہوں کو خود آسان فرما دیتا ہے اور کتنے بدنصیب ہیں جو اس بات کو جانتے نہیں، اس سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ خدا کی خاطر مشقتوں سے بھاگیں گے تو مشقتیں آپ کے پیچھے پڑ جائیں گی۔ پس آج کے رمضان میں یہ عہد کریں کہ ایسا نہیں کریں گے۔ خدا کی خاطر مشقتوں کو Chase کریں گے یعنی خدا نے واقعۃً جو مشقتیں مقرر فرمائی ہیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ مشقت تھی ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آسانی کے لئے، آپ کی بھلائی کے لئے ایک مشکل راہ تجویز فرمائی جس کو وہ خود آسان کرتا ہے اور کوئی راہ مشکل نہیں رہتی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ (یہی بات ہے جو میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں) انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ

ایسا بنے کہ خدا اُس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے۔۔۔ (بڑا ظلم کرتا ہے جو اپنے دل پر رحم کرتا ہے، اپنے آپ پر رحم کرتا ہے وہ تو مصیبتیں سہیڑ لیتا ہے، وہ جہنم اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے)۔۔۔اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔‘‘

یعنی اللہ کی خاطر جو نفس کا سوز اور گداز ہے جو اس سے بچنا چاہتے ہیں وہ ایک دوسری جہنم میں ڈالے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

’’یہ سلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس سے انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں خود لگتے تو وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:68) کی آیت نہ نازل ہوتی۔ حفاظت الٰہی کا یہی سرّ ہے۔‘‘

(البدر جلد 1 نمبر 7 صفحہ:52، 53 مؤرخہ 12 دسمبر 1902ء)

یہاں عصمت سے مراد عصمت انبیاء (علیہم السلام) نہیں ہے بلکہ جسمانی لحاظ سے غیر کے شر سے بچنا ایک عصمت ہے۔ فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر وقت اپنی عصمت کی فکر ہوتی کہ میں غیر کے وار سے کیسے بچایا جاؤں تو یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ یہ مسیح موعود علیہ السلام کا کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے جگمگاتے ہوئے حصّہ پر عظیم روشنی ڈال رہا ہے۔ کبھی کسی عارف باللہ نے یہ بات نہ لکھی ہوگی۔ مجھے یقین ہے آپ تلاش کر کے دیکھ لیں، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ یہ آیت نازل نہ ہوتی يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ صاف پتا چلا ہے کہ خدا نے ضرورت محسوس فرمائی ہے کہ یہ نبی تو اپنی کچھ فکر نہیں کرتا، ہر خطرہ میں کود پڑتا ہے۔ تمام مشکل مقامات میں آگے بڑھ جاتا ہے۔ اب ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ دیکھ لیں کیسے کیسے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں میں جا کر للکارا ہے کہ میں محمد ہوں آؤ اگر کسی کو قتل کرنا ہے تو مجھے قتل کرو، کسی نے وار کرنا ہے تو مجھ پر وار کرے۔ یہ ساری زندگی کا خلاصہ آپؐ نے ان لفظوں میں نکالا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عصمت کی کبھی فکر نہیں کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح خطرناک مقامات پر دلیر پایا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو للکارا ہے تو اللہ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تیرا خدا تیری حفاظت کرے گا۔ فرماتے ہیں: ’’حفاظت الٰہی کا یہی سرّ ہے۔‘‘

پس جو احمدی اس وقت مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں اور ہر وقت اپنی حفاظت کی صرف فکر کر رہے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ سرّ وہ نہیں ہے۔ حفاظت کا سرّ یہ نہیں ہے کہ اپنی حفاظت کی صرف فکر کریں۔ اپنی حفاظت کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنا یہ عام لوگوں کے لئے جائز ہے اور بعض دفعہ ضروری بھی ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں قومی فوائد ہوتے ہیں لیکن جب مصائب آ پڑیں اس وقت اپنی فکر نہ کرنا یہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں جن کو آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے ورنہ مضمون بگڑ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی خطرات کی تلاش نہیں کی تاکہ ان میں چھلانگ لگائیں۔ جب خطرات درپیش ہوئے تو پھر ان میں چھلانگ لگانے سے رکے نہیں۔ یہ دو بالکل الگ الگ باتیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالا، ہلاکت کی تلاش نہیں کی۔ ایسے مواقع سے بچے ہیں جن سے بے وجہ خطرہ درپیش ہو لیکن جب خدا کی خاطر خطرہ آن پڑا جس سے مفرّ کا سوال نہیں رہا اس خطرے کو مفرّ کے ذریعہ نہیں ٹالا بلکہ دوڑ کر اس خطرہ میں داخل ہو گئے جو خدا کی خاطر آپ پر آ پڑا ہے۔ پس یہ مضمون ہے جو خصوصیت کے ساتھ آج کل پاکستان کی احمدی جماعتوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بے وجہ خطرات کو پیدا نہ کریں کیونکہ یہ حماقت ہے۔ یہ اللہ کے فرمان کے خلاف بات ہے۔ ہر احتیاط کے باوجود جب خطرہ پڑ جائے تو کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں اور پھر ایسے خطرات سے جنہوں نے خدا کی خاطر پڑنا ہے ان سے نہ بھاگیں۔ اگر ان سے بھاگیں گے تو یہ آپ کی حفاظت کی ضمانت نہیں ہوگی۔ اگر کہیں گے کہ ہاں اس خطرہ کو اب ہم قبول کرتے ہیں جو کچھ بھی ہو، ہو جائے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کیونکہ جو بات خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حق میں فرمائی ہے وہی آپ ﷺ کے متبعین اور عاجز بندوں کے حق میں بھی کام کرتی ہے۔ یہ سنت نبوی ﷺ ہے جو ہمیں ہر حال میں بچائے گی، ہر حال میں ہماری حفاظت فرمائے گی اور ہم پر سایہ فگن رہے گی۔ پس سنت نبوی ﷺ کے تابع چلیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندگی کے سب مراحل آسان ہو جائیں گے۔ فرمایا:

”(حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے قصّہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتے ہیں تو ان کو خدا آگ سے بچاتا ہے۔“

(البدر جلد 1 نمبر 7 صفحہ:53 مؤرخہ 12 دسمبر 1902ء)

قصّہ پر غور کرو اس قصّہ میں یہ بات ثابت ہے کہ ابراہیمؑ خود نہیں کہہ رہے تھے کہ میرے لئے آگ میں جلاؤ۔ جب آگ جلائی گئی تو اس سے بھاگنے کی بجائے اس میں گرنے کی طرف توجہ کی جو خدا کی خاطر تھی۔ پس قصّہ پر غور کرو نہ کہ ناسمجھی سے اس قصّہ کو اپنے اوپر چسپاں کرو۔

یہ حصّہ پڑھنے سے رہ گیا تھا اس لئے میں دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا ہوں، آخری حصّہ میں پڑھ چکا ہوں۔ یہ **البدر** میں عبارت چھپی ہے اور اس کے نیچے نوٹ ہے کہ اوپر کی تقریر فارسی زبان میں تھی اور بدر کے ایڈیٹر نے یہ نوٹ لکھا ہے کہ میں نے افادہ عام کی خاطر اُردو میں ترجمہ کر کے لکھی ہے۔ پس یہ یاد رکھیں کہ اصل عبارت فارسی میں تھی جس کا اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر پر جس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہیں اب اتنا سا وقت رہ گیا ہے کہ میں یہ دعا پڑھ کر اس خطبہ کو ختم کروں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ، یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے۔ تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا طاقت بخش دے گا۔“

اس لئے روزے میں حائل ہونے والی بیماریوں کا علاج بھی یہ دعا ہے جو اس مہینہ میں کثرت سے کرنی چاہئے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اگر خدا چاہتا تو دوسری اُمتوں کی طرح اس اُمت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور (بہادر) ثابت کر دے۔ جو شخص روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیّت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے

اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔“

(البدر جلد 1 نمبر 7 صفحہ: 52 مؤرخہ 12 دسمبر 1902ء)

باقی انشاء اللہ اب اگلا جو جمعہ آنے والا ہے یہ جمعۃ الوداع کہلاتا ہے اور یہ رمضان کا آخری جمعہ ہوگا اس جمعہ میں لوگ بہت کثرت سے آئیں گے اور مسجدیں بھر کے نمازی اچھل کر باہر جا پڑیں گے اور اتنے نمازی آپ مسجدوں میں دیکھیں گے کہ سارا سال جن کو مسجدوں میں ہونا چاہئے تھا وہ صرف اسی دن دکھائی دیں گے اور پھر الوداع کہہ کر چھٹی کر جائیں گے۔ یہ مضمون میں ہر دفعہ آپ کو سمجھاتا ہوں، آپ لوگ تیاری کریں اور اپنے گردوپیش یہ بات عام کریں کہ جو لوگ رمضان کی وجہ سے نمازوں کی توفیق پا رہے ہیں اور اس دن، جمعۃ الوداع کے دن حاضر ہوں گے وہ ابھی سے تیاری کریں کہ الوداع کہنے کے لئے حاضر نہیں ہوں گے بلکہ آئندہ رمضان کے استقبال کے لئے حاضر ہوں گے۔ یہ لفظ جمعۃ الوداع ایک غلط معنی آپ کے سامنے رکھ رہا ہے اصل میں اسے جمعۃ الاستقبال کہنا چاہئے اور میں آپ کو ابھی سے متوجہ کر رہا ہوں کہ اپنے دوستوں، عزیزوں کو جب لے کے آئیں گے، اپنے بچوں کو بھی لائیں گے اس وقت ان کو سمجھائیں کہ یہ جمعۃ الوداع کا جمعہ نہیں استقبال کا جمعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔